مدرک عقل کیا ہے
دل یا دماغ؟

از قلم حذیفہ

مدرک عقل کیا ہے دل یا دماغ؟

از قلم حذیفہ

بسم الرب الحق الذی احب محب الحق الذی سلک طریق التحقیق
بالإقتصاد والإعتدال و سأل سؤالا واضحاً عن الاعتراض والشبهات
لیتحقق عنده ما هو الحق، والصلاة علی محمد و علی من سلم رسالته
جزما و حتما بعد أن تتحقق عنده۔

چونکہ یہ ایسا مسئلہ ہے جو لوگوں کو تشویش میں ڈالنے والا ہے و
پریشان کرنے والا ہے۔ و میں دیکھتا ہوں کہ ان کے پیشوا تحقیق کے
طالب نہیں ہیں، و ان میں سے اکثر خسیس النظر ہیں، جو عقلیات کی
غایت قصوی تک پہونچنے سے قاصر ہیں؛ لیکن اپنی بات چلانا خوب
پسند کرتے ہیں۔ تو، مثال کے طور پہ، میں نے دیکھا اسی مسئلہ کے جواب
میں دار الافتاء جامعہ اشرافیہ نے ایک طویل آرٹکل لکھا ہے، جس میں
ہزار سال پرانی ارسطو و ابن سینا کی رائے ذکر کیا ہے، و دماغ کے مدرک
ہونے کے بعض دلائل ظنیہ ذکر کر کے ان کو رد کیا ہے، لیکن وہ بُرہان ذکر
نہیں کیا جو ہم اس رسالہ میں ذکر کریں گے کیونکہ اس کی تردید پہ وہ
قادر نہیں ہیں، میں پہلے بھی علماء کی ایسی حرکتیں دیکھ چکا ہوں۔
ایسے ہی انہوں نے لفظ "دل" کے بہت سے معانی بیان کیے ہیں لیکن یہ
نہیں بتایا کہ منقولات میں بکثرت واقع ہے کہ مدرکِ فہم وہ دل ہے جو
صدر یعنی سینہ میں ہے۔

خیر ہم ان کے طریقہ پہ نہ چلیں گے بلکہ عمل تحقیق میں اپنی عادت کے مطابق سفسطہ سے اعراض کرتے ہوئے براہین عقلیہ بیان کریں گے۔ و ہمیں امید ہے کہ یہ رسالہ شفاء فراہم ہوگا ان لوگوں کے لیے جو صدق کو پسند کرنے والے ہیں و اسے جاننا چاہتے ہیں، پھر چاہے وہ کتنا ہی کڑوا ہو و چاہے وہ ان کے خلاف ہو۔ و شکر کرتے ہیں ہم خدا کا جس نے ہمیں عقل سلیم سے نوازا جس سے ہم نے جانا کہ صدق وہ کلام ہے جو واقع کے مطابق اطلاع دے و کذب وہ کلام ہے جو واقع کے خلاف اطلاع دے۔ خیر۔

اگر سوال کیا جائے کہ مدرکِ عقل کیا ہے دل یا دماغ؟
تو میں کہوں گا کہ وہ دماغ ہے۔

اگر سوال کیا جائے کہ قران و حدیث کا موقف کیا ہے؟
تو میں کہوں گا کہ وہ دل ہے جو سینے میں موجود ہے، جس کے مکمل دلائل فخر الدین رازی کی، سورہ شعراء کی آیت ۱۹۳ کی، تفسیر میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان کی کثرت کی وجہ سے میں نے انہیں یہاں نقل نہیں کیا۔

اگر سوال کیا جائے کہ حقیقت کیا ہے؟
تو میں کہوں گا کہ جو برہان سے ثابت ہے۔

اگر سوال کیا جائے کہ وہ برہان کیا ہے؟
تو میں کہوں گا کہ وہ دو تجریبات ہیں

1. پہلا ایم۔ آر۔ آئی۔ مشین میں ڈال کے جب انسان سے کہا جاتا ہے کہ "تصور کرو، یاد کرو، ان دو میں سے ایک کو اختیار کرو، و ان دو اعداد کو جمع کرو"، تو حرکت و سرگرمی ہمیشہ دماغ میں ہوتی ہے نہ کہ دل میں، ہر فعل کے لیے ایک مخصوص حصے میں۔
2. دوسرا دنیا میں ہر سال ۳۵۰۰ دل تبدیل کیے جاتے ہیں لیکن کسی کی خصال باطنیہ متغیر نہیں ہوتی ہیں۔

یعنی عقل و جذبات ہمارے دل میں نہیں ہوتے ہیں بلکہ لا محالہ وہ دماغ میں ہوتے ہیں۔
بس ان دو برہان کے سوا اس معاملہ میں مزید برہان نہیں ہیں و ضرورت بھی نہیں ہے، کیونکہ حصول یقین کے لیے ایک ہی برہان کافی ہوتا ہے۔
جب کہ ظنی دلائل گرچہ لا متناہی ہوں تب بھی ہمیں یقین تک نہیں پہنچاتے، بلکہ وہ جتنے زیادہ ہوتے ہیں اتنا غالب ظن پیدا کرتے ہیں۔

اگر سوال کیا جائے کہ کیا عدمِ علم علمِ عدم پہ دلیل ہے؟
تو میں کھوں گا کہ نہیں، مگر اگر ایک چیز کو رفع کر دیا جائے و دوسری چیز باقی رہ جائے تو دلیل ہے کہ وہ پہلی میں داخل نہیں ہے۔ تو ہم نے

دل کو رفع کیا لیکن قوتِ ادراک باقی رہی تو دلیل ہے کہ قوت ادراک دل میں نہیں ہے۔

اگر سوال کیا جائے کہ آیات و احادیث میں واقع "دل" کے معنی میں تاویل ممکن ہے یا نہیں؟
تو میں کہوں گا کہ نہیں، کیونکہ اس سے جمیع سلفِ اسلام کا کاذب ہونا لازم آئے گا بوجہ ان کے اس عقیدہ کے کہ "مدرک عقل دل ہے"۔

اگر سوال کیا جائے کہ کیا سلفِ اسلام کا کوئی عقیدہ کاذب نہیں ہو سکتا؟
تو میں کہوں گا کہ ہو سکتا ہے مثلاً وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ سورج زمیں کا طواف کرتا ہے حالانکہ یہ ایک عقیدۂ فاسد ہے جس کے خلاف برہان موجود ہے۔ لیکن جمیع سلف کے اسلامی عقیدے کا کاذب ثابت ہونا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔

اگر سوال کیا جائے کہ وہ مسئلہ کیا ہے؟
تو میں کہوں گا کہ اگر جمیع سلف کا عقیدہ ہے کہ "ب ج ہے" کا معنی ہے کہ "ہر ب ج ہے"، و ہم کہیں کہ یہ چھوٹ ہے بلکہ اس کا معنی ہے کہ "بعض ب ج ہے"، تو جائز ہوگا آئیندہ زمانہ والوں کے لیے کہ وہ ہم کو

بھی چھوٹا کہیں و کہیں کہ اس کا معنی ہے کہ "ایک ہی ب ج ہے". یعنی اگر ہم منقولات میں اپنی مرضی سے لفظ "دل" سے دل کے بجائے دماغ مراد لے لیں، بر خلاف سلف کے؛ تو آئیندہ زمانے والوں کے لیے جائز ہوگا "جنت" سے جہنم مراد لینا، و "فیل" سے کھوڑا مراد لینا؛ بر خلاف ان کے پہلے والوں کے، یعنی جائز ہوگا کہ جس لفظ سے جو چاہے مراد لے لیں۔ و جس کلام کا معنی مستقل نہ ہو یعنی اس میں بدلنے کا احتمال ہو تو وہ کلام اعتماد کے لائق نہیں ہوتا۔ لہذا منقولات ثقہ نہ رہ جائیں گے۔

اگر سوال کیا جائے کہ کیا تجریب واقعی دلیل یقینی ہے؟
تو میں کہوں گا کہ وہ برہان کی نوع ہے جو یقینی ہے مثل تواتر کے، لہذا جو تجریب میں شک کرے اسے چاہیے کہ تواتر میں بھی شک کرے، و جو تواتر میں شک کرے اسے چاہیے کہ قران کے ثابت ہونے میں بھی شک کرے۔

اگر سوال کیا جائے کہ تجریب تو مشابہ ہے استقراء کے تو وہ یقینی کیسے ہے؟
تو میں کہوں گا کہ پھر تو تواتر بھی یقینی نہیں ہے کیونکہ وہ مشابہ ہے مشہور کے۔ بہرحال یہ دونوں مشابہت جزئی ہیں یعنی کچھ صفت میں ہیں، نہ کہ ہر صفت میں؛ و ان کی تفصیل علم منطق کا مضمون ہے۔

اگر سوال کیا جائے کہ جب اس امر پہ برہان قائم ہے تو علماء اسلام اس کے انکار پہ کیسے قادر ہوئے؟
تو میں کہوں گا کہ وہ قادر نہیں ہیں بلکہ نا کام کوششوں میں مبتلاء ہیں۔

اگر سوال کیا جائے کہ پھر اس موضوع پہ ان کی کتابیں و رسائل کیسے موجود ہیں؟
تو میں کہوں گا کہ ان کی کباتیں و رسائل سفسطات و ظنیات سے بھرے پڑے ہیں۔ و سفسطہ کا معنی دلیلِ فاسد ہے۔ لہذا وہ کتابیں بہت سے بہت جو کر سکتی ہیں وہ عام ریوڑ کو خاموش کر سکتی ہیں۔

اگر سوال کیا جائے کہ کیا میں نے ان سے رابطہ کیا ہے؟
تو میں کہوں گا کہ ہاں، کئی اداروں سے کیا ہے، جن میں دار الافتاء کوثریہ کیرلا، برمینگھام لندن، مصریہ مصر، دیوبند ہند شامل ہیں۔ و جواب میں سب جگہ سے گولا پایا ہے۔

اگر سوال کیا جائے کہ کیا معقول و منقول میں اختلاف ہے؟

تو میں کہوں گا کہ قدماء کا قول "معقول و منقول میں اختلاف نہیں ہے" محض ایک قول ہے یعنی اگر ان سے اس کی دلیل کا مطالبہ کیا جائے تو وہ محض جزئی امثلہ کے کچھ نہ دے پائیں۔ و مثال دلیل نہیں ہوتی۔

اگر سوال کیا جائے کہ تو پھر کیا منقولات کاذب ہیں؟
تو میں کہوں گا کہ یہ سوال اس شخص سے کیا جائے جو پندرہ علوم کا حامل ہے جو مفسر کے لیے ضروری ہے۔ میں و آپ اس چیز میں کلام کے مستحق نہیں ہیں۔

اب چند باتیں لاحق کر کے یہ رسالہ تمام کروں گا۔

- اگر کسی کو لگے کہ جو میں نے بیان کیا وہ غلط ہے و اس کے پاس اس کے خلاف برہان موجود ہو، تو میری گزارش ہے بنا وقت گواں پیش کرے، میں شکر گزار رہوں گا۔

- انسان دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جو بنا کسی جھکاؤ کے اعتدال کے ساتھ تحقیق کرتا ہے پھر جو نتیجہ پاتا ہے اسے ویسے سے ہی بیان کرتا ہے جیسا پایا ہے، و یہ محقق حقیقی ہے۔ دوسرا وہ ہے جو اپنی تحقیق میں پہلے سے ہی ایک نتیجہ اختیار کر چکا ہوتا ہے لہذا جب نتیجہ بیان کرتا ہے تو برہان کو چھپاتا و سامعین کو جدلیات سے پھسلاتا ہے، و یہ محقق فاسد ہے بلکہ مدلس ہوتا ہے۔ بہر حال محقق حقیقی کی بھی دو قسم ہے ایک وہ جو اصول تحقیق میں تساہل کرتا ہے لہذا بہت سے باطل عقیدے گڑھ لیتا ہے۔ و دوسرا وہ جو اصول تحقیق کی سخت پابندی کرتا ہے جس سے اس کے اکثر دلائل ختم ہو جاتے ہیں، و تھوڑے سے جو باقی رہتے ہیں و یقینی ہوتے ہیں۔

- "سائنس انسانی تجربہ کا نام ہے جو بدلتا رہتا ہے، لہذا بھروسہ کے لائق نہیں" یہ قول ہے جو عام مسلمانوں کے ذہن میں برابر بھرا جاتا با وجود اُس کے ساینسی دنیا میں سب سے پاسماندہ ہونے کے، اس کے دماغ میں ٹھوسا جاتا ہے تاکہ وہ کبھی ترقی نہ کر سکے۔ اجمالاً کہوں تو یہ قول ایک جھوٹ ہے۔ و تفصیل اس کی یہ ہے کہ سائنسی اخبار تین قسم کی ہوتی ہیں مجربات و مظنونات و مفروضات۔ مجربات یقینی ہوتے ہیں جیسے زمین کا گول ہونا،

انسان کے زندہ رہنے کے لیے آکسیجن کا ضروری ہونا، شکّر کا گرم پانی میں جلدی گھلنا۔ و مظنونات ظنی دلائل کی وجہ سے پیدا ہونے والے گمان کو کہتے ہیں جیسے ڈاروین کا گمان کہ انسان پہلے بندر تھا، و عقلاء کا گمان کہ کائنات ایک بڑے دھماکے سے پیدا ہوئی ہے۔ و مفروضات وہ چیز ہے کہ جسے ہم نے بنا دلیل کے محض فرض کر لیا ہو۔ و آخر کے دونوں یعنی مظنونات و مفروضات یقینی نہیں ہوتے، و کُل کو بدل سکتے ہیں۔ تو وہ شخص جو خباثت کا ارادہ کرتا ہے وہ مظنونات کو مثال بنا کے پوری سائنس پہ تنقید کرتا ہے یعنی مجربات کو بھی جھٹلاتا ہے۔ و جو شخص اس سے واقف نہیں ہوتا جو ہم بیان کر رہے ہیں وہ دھوکے میں پڑ جاتا ہے و سائنس سے اعتماد اٹھا لیتا، و یہ چیز ہے جو سائنس کا گلا گھوٹ دیتی ہے۔ تو جو قوم ان حقائق سے واقف نہ ہو ان میں بھلا انقلابِ سائنسی کیسے آ سکتا ہے؟

اضافہ [٤ مارچ ٢٠٢٢]: دو اعتراض

- ایک شخص نے کہا کہ اگر دل میں یاداشت نہیں ہے، تو دل کی یادداشت کا تصور کہاں سے آیا، یعنی دل کی یادداشت جیسی کوئی چیز ضرور ہے۔ میں کہتا ہوں پھر تو دوسرا جنم و تیسرا جنم بھی حقیقت ہوا کیونکہ تصور تو ان کا بھی موجود ہے۔ تو میں کہتا

ہوں کہ کسی چیز کا ہمارے خیال میں ہونا اس کے حقیقت میں ہونے پہ دلیل نہیں ہے مثلاً چراغ کا جن ہمارے ذہن میں تو ہے لیکن حقیقت میں نہیں ہے۔

- بعض واقع ایسے ہیں جن میں دل بدلنے پہ دل والے کی یادداشت حاصل ہونے کا دعوی کیا گیا ہے جیسے طبی تاریخ میں درج واقعہ کہ ایک ۱۰ سالہ لڑکی کا قتل ہوا، پھر اس کا دل ایک ۸ سالہ لڑکی میں لگا دیا گیا، جس کے بعد اسے خواب میں قتل کا واقعہ، قاتل کا حلیہ، و قتل کا آلہ نظر آنے لگے۔ جس سے پولیس نے اس قاتل کی شناخت کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ میں کہتا ہو کہ ایک واقعہ تاریخ میں یہ بھی درج ہے کہ ایک بچے کو خواب میں پچھلے جنم کا واقعہ کہ اس کی موت ایک ہوائی جہاز کے حادثہ میں ہوئی نظر آتا تھا، جب اطباء نے اس کی موت کو تاریخ میں تلاشہ تو پایا کہ اس کا واقعہ ہو بہو ۵۰ سال پورانے ہوائی جہاز کے ایک کپتان کا ہے جو دوسری عالمی جنگ میں ہوائی جہاز اڑاتے ہوئے حادثہ کا شکار ہوا تھا، و پچے نے اس کا پچھلا نام بھی بتایا تھا۔ تو میں کہتا ہوں کہ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یادداشت کا ایک شخص سے دوسرے میں منتقل ہونا ممکن ہے، لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کی علت کیا ہے۔ و کائن میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو ہم نہیں جانتے، ایسے ہی اس علت کو بھی ہم نہیں جانتے۔ لیکن اس کا

یہ مطلب نہیں کہ ہم تبدیلِ دل یا دوسرے جنم کو علت بنا دیں، کیونکہ ان دونوں کا علت نہ ہونا برہان سے ثابت ہے۔